حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ

کائناتِ روحانی

الحمد للّٰہ و کفیٰ والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اس مضمون میں مندرجہ ذیل نظریات پر بحث کی گئی ہے:

(۱) قرآن مجید ایک مستقل عالم ہے، اور کائنات مادی کے مقابلہ میں اس کی آیات وسور کائناتِ روحانی ہیں۔

(۲) قرآن مجید اسی طرح مجمل ہے، جس طرح زمین مجمل ہے پھر جس طرح انسان کی تمام جسمانی ضروریات اسی زمین سے نکلتے ہیں اسی طرح روحانی ضروریات قرآن سے پورے ہوتے ہیں۔

(۳) قرآن مجید کی آیات میں بعض اوقات جو بے ربطی پیدا ہو جاتی ہے اسکی کیا وجہ ہے۔

(۴) قرآن مجید سے بعض لوگ کیوں گمراہ ہو جاتے ہیں؟

(۵) مسلمانوں کی موجودہ تباہیوں کا راز کیا ہے؟''

☆ ☆ ☆

وننزل من القرآن ما ھو شفاءٌ و رحمۃ للمومنین (حق سبحانہ تعالیٰ)

ہم قرآن میں ان چیزوں کو اتار رہے ہیں جو ایمانداروں کیلئے شفاء اور رحمت ہیں۔

انسان کچھ بھی ہو، اس کی قوتوں کی غیر محدود رسائیاں جس حد تک بھی پہنچتی ہوں، لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ باوجود اسکے بھی اگر غور کیا جائے تو نظر آتا ہے کہ (تنہا وہ کچھ بھی نہیں ہے)

کائنات کا ہر ذرہ، عالم کی ہر چیز، اس کی مدد و معاونت میں مصروف ہے اور وہی اسے پیغام عمل دیتی ہے، حتیٰ کہ انہی کے بل بوتے پر وہ دہاں پہنچتا ہے، جہاں دوسرے نہیں پہنچتے۔

وہ اپنی قوتِ دید کے متعلق مدعی ہے کہ کروڑوں میل دور سے آفتاب کی طویل وعریض رقبہ کا احاطہ کر لیتا ہے، اور یقیناً کر لیتا ہے لیکن فضاء میں پھیلنے والی روشنی اگر بجھا دی جائے، تو اس کے بعد کیا بھی اسے اس دعویٰ کی جرأت ہو سکتی ہے؟

ابر اور رات کی تاریکی میں وہی انسان جو دن کو اپنے دائرۂ بینائی میں نصف کرۂ عالم کو گھیرے ہوئے تھا، اگر کسی اندھیری کوٹھری میں ڈال دیا جائے تو کیا پھر اس میں اور اس اندھے میں کچھ بھی فرق باقی رہ جاتا ہے جو بیچارہ سرے

سے اس قوت پر ماتم کر کے بیٹھ چکا ہے؟

انسان سنتا ہے اور اپنی قوت سامعہ کی بناء پر مدعی ہے کہ علاوہ عالم الوان وانوار کے ایک اور عالم اصوات (آواز) کا موجود ہے لیکن اگر درمیان کی ہوا، یا سالمات کی حرکت ارتعاشی، یا ذرات اثیریہ کے دبدبوں کو معدوم کر دیا جائے تو کیا اس کے بعد بھی وہ اپنی اس قوت پر اسی قدر اکڑ سکتا ہے؟

وہ اپنی ایجادات واختراعات پر نازاں ہے وہ ریل بناتا ہے، انجن ہنکاتا ہے ہوائی جہاز اڑاتا ہے وہ منٹوں میں سیکڑوں میل کی آواز کو ایک خطہ سے دوسرے خطہ میں پہنچاتا ہے یقیناً یہ اس کے حیرت انگیز کارنامے ہیں لیکن فرض کرو کہ کوئلہ نہیں ہے، آگ نہیں ہے پانی نہیں ہے، لوہا نہیں ہے لکڑی نہیں ہے، الغرض انسان کے علاوہ اس عالم میں اور کچھ نہیں ہے کیا اس کے بعد بھی وہ یہ کر سکتا ہے یا وہ کر سکتا ہے، میں تم سے سچ کہتا ہوں اور تم بھی اس کو جانتے ہو کہ ایجاد و اختراع تو خیر، شاید اس کے بعد وہ چند گھنٹے بھی اپنی زندگی کے نظام کو قائم نہیں رکھ سکتا۔

اور یہی وہ بلند پایہ نتھرا ہوا تخیل ہے جہاں پر انسان کے غرور وانانیت کا ایوان یکا یک دھم سے گر جاتا ہے احمق اپنے کو سب کچھ سمجھتا ہے لیکن ایک عقلمند اپنے کو کچھ نہیں دیکھتا، آہ! کہ جب وہ اپنے ہر سانس میں غیر کا دست نگر ہے اپنی ہر حرکت وسکون میں دوسروں کا محتاج ہے تو پھر یہ غرور و بدمستی، کس پر؟ پھر ہنگامہ انانیت کیوں؟ یہ شورش لمن الملکی کس بنیاد پر؟

تنگ ظرف چھلک پڑتے ہیں۔ اکڑتے ہیں، غراتے ہیں، لیکن عمیق روحیں مطمئن ہیں، وہ سب کچھ کرتی ہیں لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی جانتی ہیں کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔

قل کل من عند الله فما لهؤلاءِ القوم لا یکادون یفقهون حدیثا (الحی القیوم)

کہہ دو! کہ سب کچھ اللہ ہی کے یہاں سے ہے پھر اس قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں آتے۔

بہر حال اس مختصر تبصرہ سے میری غرض اس وقت فقط اس قدر ہے کہ انسان جو کچھ بھی کرتا ہے کائنات کی امداد واعانت کی بنیاد پر کرتا ہے۔

انسان عقل وتدبیر، ہوش وحواس ادراک واحساس کے آلات کو لے کر کرۂ زمین پر آتا ہے اور دیکھتا ہے اس کے سامنے مواد کا ایک غیر محدود ذخیرہ پھیلا ہوا ہے، وہ اپنی ادراکی قوتوں کو ان ہی مادوں میں سے کسی ایک کے ساتھ جوڑتا ہے ربط دیتا ہے پھر بھی تو اسی ارتباط کے بعد کائنات کا کوئی ناموس (راز) اس کے سامنے بے نقاب ہو جاتا ہے مثلاً وہ گلاب کی شاخوں سے ایک پھول توڑتا ہے اور قوت شامہ (سونگھنے کی قوت) کے ساتھ اسے ربط دیتا ہے حتی کہ یکا یک اس پر یہ منکشف ہو جاتا ہے کہ اس پھول میں ایک اور عالم (بو) ہے جس کو نہ آنکھ دیکھ سکتی ہے اور نہ کان سن سکتے

ہیں نہ ہاتھ چھو سکتے ہیں نہ زبان چکھ سکتی ہے۔

اور کبھی فقط جوڑنے سے کام نہیں چلتا، بلکہ وہ اپنی روح کو اس مادہ میں غرق کر دیتا ہے اس کے ظاہر و باطن میں پیوست ہوتا ہے، جس کے بعد بسا اوقات وہ ایسے عجوبہ طراز اسرار کا، اعلان کرتا ہے، جس کو اس سے پہلے کوئی نہیں جانتا تھا۔

مثلاً تم دیکھتے ہو، کہ یہی زمین جو ظاہراً فقط خاک اور دھول کا ایک تیرہ گوں مجموعہ ہے کون باور کر سکتا تھا، کہ مٹی کے اسی ڈھیر میں گھی کی ندیاں بہہ رہی ہیں اور دودھ کی نہریں جاری ہیں کون یقین کر سکتا تھا کہ اسی مشت خاک کے ساتھ بالوشاہی اور شکر پارے رلے ملے ہیں۔ اسی میں مرچ کی تلخی بھی ہے اور املی کی ترشی بھی، اسی کے اندر تیلوں کے سرچشمے بھی ہیں اور بادام و پستے کے مغزیات بھی۔

لیکن انسان اسی میں ڈوبا، اور گھسا حتی کہ اب وہ ان تمام چیزوں کو اسی گرد و غبار سے چھان بین کر نکال لیتا ہے وہ اسی زمین سے گھانس، چارے اکھاڑتا ہے اور اپنی گائے بھینس کے منہ میں اسے ڈال دیتا ہے پھر تھوڑی دیر بعد اسی گھانس بھونسے کو، جو زمین کے اجزاء سے تیار ہوئے تھے، دودھ کی شکل میں نچوڑ لیتا ہے، وہ ایکھ اور گنوں کی چھوٹی چھوٹی شاخوں کو اسی زمین پر نصب کر دیتا ہے اور چند ہی دنوں کے بعد اس کے گھر میں شیرینی کی ریل پیل ہو جاتی ہے گویا زمین میں اس نے ایک شکر کش مشین گاڑ دی ہے، جو دھڑا دھڑ زمین کے اجزاء شیریں کو مٹی سے الگ کر کے باہر پھینکتے رہتے ہیں، اسے کپڑے کی ضرورت ہوتی ہے، خدا جانے پہلے کیا کرتا ہوگا لیکن اب تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بنولے کے سیاہ اور کالے دانوں کو اسی مٹی میں ملا دیتا ہے اور اسی کے بعد وہ روئی کی گانٹھوں کو اندر سے باہر لے آتا ہے پھر اس کو مختلف ترکیبوں سے شیروانی، کوٹ کرتے پائجامے کی شکل میں ڈھال لیتا ہے، اور اسی کی طرف توجہ دلائی گئی:

وفی الارض قطع متجاورات و جنت من اعناب و زرع و نخیل صنوان و غیر صنوان یسقی بماء واحد ونفضل بعضها علی بعض فی الاکل ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون (العلیم الحکیم)

> اور زمین میں ملے جلے قطعات اور تختے ہیں (جن میں) انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں اور درخت ہیں، بعض چند شاخوں کے ساتھ نکلتے ہیں اور بعض اکیلے یہ سب ایک ہی پانی سے سینچے جاتے ہیں مگر پھر بھی ہم بعض کو بعض پر مزے کے اعتبار سے برتری عطا کرتے ہیں، اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کیلئے جو عقل رکھتے ہیں۔

اور جوں جوں زمانہ آگے بڑھ رہا ہے انسان کی قوت فکریہ، ایجاد شدہ چیزوں سے الگ ہو کر مادے کی نہ معلوم غوامض و اسرار کے ساتھ متعلق ہوتی ہے اور آئے دن نت نئے انکشافات، و غوامض کا اعلان کرتی رہتی ہے، کچھ دن اسی کا

غلغلہ عالم میں بلند رہتا ہے، یہاں تک کہ جب کثرت استعمال کے بعد وہ راز بھی ایک پیش افتادہ حقیقت ہو جاتا ہے تو دوسری چیزیں سامنے آتی ہیں۔

یقیناً کسی زمانہ میں مٹی اور کیچڑ کے اندر سے برفی کی قاشوں کے مواد کا بہم پہونچانا ایک عجیب وغریب نظریہ خیال کیا گیا ہوگا، لیکن اب یہ ایک معمولی بات ہے حتیٰ کہ اسی طرح رفتہ رفتہ انسان نے آتش وآب کی باہمی ارتباط سے بخار (اسٹیم) کی قوت کا پتہ چلایا، اور زمانہ اس پر محو حیرت ہوگیا، پھر اس نے مواد کی باہمی مصاکت ومصادمت کے قانون سے برق (الکٹرسٹی) کا راز دریافت کیا اور دنیا اسی پر سر دھن رہی ہے اور کسی کو کیا معلوم کہ اولاد آدم آئندہ چل کر، کن کن چیز پر سر دھننے والی ہے وعلم آدم الاسماء کی تاویل وتصدیق کے لئے ابھی ہم کو بہت کچھ دیکھنا ہے، کیونکہ اس قضیہ کو کلیہ ہونا ہے اور ہو کر رہے گا۔

آسمانی اشاروں میں ارتقاء واکتشاف، کی اسی حقیقت کی طرف، وخلق[۲] لکم ما فی الارض جمیعا سے راہنمائی کی گئی۔

اور زمین ہی نہیں، شوقین بصیرتوں کے سامنے تو اس سے بھی بڑا امیدان پیش کیا گیا ہے۔

وسخر لکم ما فی السموات ومما فی الارض جمیعا منہ (باری عزاسمہ)

اللہ نے تمہارے فائدہ کے لیے (نہ صرف مادہ ارضیہ) بلکہ تمام چیزوں کو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں مفتوح ومسخر کر دیا ہے۔

پس جو چاہے۔ان اشیاء کے دریچہ ہائے کمال میں جھانکے خود اس سے فائدہ اٹھائے، اور دوسروں کو مستفید ہونے کا موقعہ دے، یہ بتایا گیا ہے کہ انسان نہ صرف زمین، بلکہ فضائے آسمانی کے تمام کائنات سے ہر قسم کے منافع حاصل کر سکتا ہے وہ اس کی اعانت وامداد سے کبھی سرتابی نہیں کر سکتے اور یہی وہ حقیقت ہے کہ جس کی اہمیت سے انسان روز بروز واقف ہو رہا ہے۔

وہ ہوا، وہ بادل، وہ آفتاب، اس کی گیس، بلکہ تمام سیارات کو اپنے منافع کیلئے کار آمد بنانے کی کوشش میں مصروف ہے، اور ہمیشہ رہے گا، خواہ سائنس کے ذریعہ سے ہو، یعنی حواس خمسہ کی مدد سے، یا باطنی قویٰ اور مخفی طاقتوں کی اعانت سے، لیکن جدو جہد کا یہ سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے اور جاری رہے گا کہ دراصل اس سے انسان کے کمالات اور کائنات کے کمالات کا انکشاف ہوتا ہے اور یہ دونوں ملکر میں کیا بتاؤں کہ کس کے کمالات قدوسیہ جبروتیہ کے آئینہ بنتے ہیں۔

کیا ہوتا ہے اگر آئینہ نے یہ نہیں سمجھا کہ میرے سامنے کس کی طلعت جہاں آرا نے برقعہ الٹ دیا ہے وہ اپنی اندر جھانکنے والی نگہ مست سے شرمسار نہیں ہوتا ہے، تو نہ ہو، وہ جاہل ہے تو اسے جاہل رہنے دو، لیکن اسی ظلوم وجھول

آئینہ میں صورت دیکھنے والا اپنی صورت بھی دیکھ رہا ہے، صاحب جلوہ بھی ہے اور اس کا جلوہ بھی ہے، وہ روشن بھی ہے ظاہر بھی ہے، اور ظاہر ہوتا رہے گا۔

کس شان کے ساتھ اسی آیت کے بعد نظر بازوں کو پیغام نظر دیا جاتا ہے:

ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون (القدوس السلام)

اس میں (یعنی گذشتہ بالا اعلان میں) یقیناً کثرت سے نشانیاں ہیں اُن لوگوں کیلئے جو اپنی قوت فکریہ سے کام نہیں لیتے۔

بہر حال میں کیا کہنے لگا، غرض یہ ہے کہ انسان اور کائنات کے باہمی تعلقات پر نظر ڈالنے کے بعد یہ مسئلہ بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ جس حکمت بالغہ نے ہم کو یعنی ہماری روحوں کو ھیکل جسمانی کے ساتھ وابستہ کیا ہے اسی نے محض اپنے فضل عمیم، لطف کریم، سے اس ہیکل کے بقاء وصحت، نشو ونما کیلئے ہر طرح کے سامان ہمارے اردگرد پھیلا دیئے ہیں، اور پھر اسی نے ہمارے اندر ایسی قوتیں ودیعت فرمائی ہیں، جن کی راہنمائی سے ان تمام چیزوں پر تسلط حاصل کر لیتے ہیں۔

بسیط زمین اور فضاء کائنات کے اس مادی سلسلہ میں جہاں تک غور کیا جائیگا، یہ بات قطعاً واضح ہو جائے گی کہ انسان اپنے مادی ڈھانچے کی پرورش کیلئے جن جن چیزوں کا محتاج ہے اسکے مہیا کرنے میں کوئی کمی نہیں کی گئی ہے۔

بد بخت نہ سوچنے والی قومیں کچھ ہی کہیں، لیکن بنی آدم کی بلند اختر قبیلوں نے اس کا اقرار کیا ہے۔ اور ہمیشہ اقرار کرتے رہتے ہیں، کاہلوں کو اپنے جسم کے پالنے میں تکلیف ہوتی ہو تو ہو ان کے پچھتر فیصدی افراد کو چوبیس گھنٹوں کے اندر دو دفعہ بھی پیٹ بھر کر کھانا نہ ملتا ہو تو نہ ملے، لیکن قدرت پر یہ الزام غلط ہے، رونا اپنی عملی قوتوں کی بیکاری پر چاہئے، ماتم ان زنگ آلود جمودی طاقتوں پر کرو، جو ان سب میں ہیں، لیکن آہ! کہ کچھ دنوں سے کسی میں نہیں ان کے پاس اگر سردی سے بچنے کیلئے اچھے کپڑے نہیں ہیں، تو یہ جھوٹ ہے کہ خزائن السموات والارض میں ایسے کپڑے نہیں ہیں، بلکہ اصل یہ ہے کہ اس خزانہ سے حاصل کرنے کے لیے جس سعی اور کوشش کی ضرورت ہے وہ ان میں نہیں ہے۔

قرآن حکیم کا اعلان عام ھے: وقدرنا فیھا اقواتھا سواءً للسائلین (حق سبحانہ وتعالیٰ)

اور ہم نے زمین میں تمام ذخیرے ناپ تول کر رکھ دیئے ہیں جو ہر ایک جستجو کرنے والے کے لئے برابر ہے۔

پس جو دروازہ کھٹکھٹائے گا، اس کیلئے کھولا جائے گا وہ جو کنڈی نہیں ہلاتا اگر اس کیلئے دروازے نہیں کھلتے تو حسرت کس پر ہے؟

''کتاب روشن'' میں تو تم سے کہا گیا تھا کہ:

هو الذي جعل لكم الارض ذلولا فامشوا في مناكبها وكلوا من رزقه واليه النشور (باری عزاسمہ)

اس نے تمہارے فائدہ کیلئے زمین کوتمہارے لئے بالکل رام کر دیا ہے، پس اس کے کندھوں پر چلو پھرو، اوراسی کی پیداوار کو کھاؤ (اور یاد رکھو) کہ اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

ادیم　زمیں　سفرۂ　عام　اوست
چہ　دشمن　بریں　خوانِ　یغما　چہ　دوست

پھر جس میں سرپوش اٹھانے کا بھی سلیقہ باقی نہیں رہا ہے وہ دسترخوان پر اگر نہیں بیٹھ سکتا تو اپنے سلیقہ کو درست کرے خوان یغما کا کیا قصور۔

لیکن جہاں اس چرم واستخوانی ہیکل کی تربیت و پرورش کیلئے خالق القوی والقدر نے مواد کا اتنا عظیم الشان ذخیرہ پھیلا دیا ہے کہ جس کی کوئی تھاہ نہیں انسان خدا جانے کس زمانے سے اس کے ختم کرنے میں مصروف ہے، لیکن وہ کسی طرح ختم نہیں ہوتے۔

وہیں یہ کس قدر عجیب، اور کتنا حیرت انگیز سانحہ ہے کہ بعض سیاہ بھیجوں نے محض اپنی ازلی شقاوت اور انتہائی کور باطنی کے ساتھ قدرت قاہرہ جلیلہ فیاضہ پر یہ گستاخانہ اور ناپاک حملہ کر دیا کہ قدرت نے اگر چہ فانی جسموں، اور تباہ ہونے والے ڈھانچوں کیلئے یہ سب کچھ کیا ہے لیکن وہ جواصل جوہر ذات ہے اور حقیقت انسانیہ اسی سے عبارت ہے بلکہ واقع میں انسان وہی ہے اسکے معاملہ میں انتہائی بخل اور غایت تنگدلی سے کام لیا گیا ہے حتیٰ کہ اب ان چرمی زبانوں سے یہ آواز بغیر کسی تذبذب کے عام طور سے نکل رہی ہے کہ اس کیلئے اس ساری کائنات میں کچھ نہیں ہے کائنات کے سلسلہ حوادث کی کوئی کڑی اس مقصد کیلئے مفید نہیں العظمة لله میں یہ سنتا ہوں اور میرے ہوش وحواس پر اختلال طاری ہوا جاتا ہے یہ کیا کہا گیا کہ اگر دانت میں کوئی معمولی سی چیز اٹک جاتی ہے تو اسکے نکالنے کیلئے اس عالم میں ہزاروں قسم کے خلال، غیر محدود مقدار میں موجود ہیں۔

لیکن اسی کے ساتھ یہ کیسا دعویٰ ہے کہ انسان کے دانت میں نہیں، بلکہ خود اسکے اندر اگر ہمیشہ کیلئے تباہ کرنے والی چیز اٹک جائے تو اس ساری کائنات میں اس کا کوئی علاج نہیں آخر یہ کس دیوانے نے کہا اور کن ابلہوں نے باور کیا، کہ ہمارے جوتوں کے میل صاف کرنے کیلئے تو اس عالم میں ہزاروں سامان موجود ہیں، لیکن اگر خود ہم پر گرد پڑ جائے، اور ہمارے اندر میل بیٹھ جائے تو اس کیلئے فیاض قدرت نے کچھ نہیں لکھا خدانخواستہ اگر ایسا ہے تو پھر قدرت کی بیمثال فیاضی جس کا ظہور ذرہ ذرہ میں بدیہی طور پر محسوس ہو رہا ہے کیا ایسا لفظ ہے جو کبھی شرمندۂ معنی نہیں ہوا۔

آخر ہم ان مادوں کو لے کر کیا کریں گے، جو ہمارے جسم کی تو مدد کر سکتے ہیں لیکن خود ہماری اعانت سے مجبور

ہیں، اگر یہ صحیح ہے کہ ہمارے استخوانی ہیکل کے لئے تو سب کچھ کیا گیا ہے اور خود ہمارے لئے کچھ نہیں ہے تو پھر یقیناً یہ کہنا ہی بالکل درست ہے کہ اس ہماری کائنات میں انسان کے لئے کچھ نہیں ہے۔

اور یہی نہیں کہ اس ذخیرہ میں ہمارے نفع کے لئے کچھ نہیں ہے بلکہ اس کے بعد قطعاً یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی ہمارے سامنے ہے اس میں انسان کے آرام وعیش وسرور ونشاط کے سامان نہیں، بلکہ دکھ درد وتکلیف ومصیبت کی آگ بھری ہوئی ہے۔

مجھے عقل دی گئی ہے اور میرے سامنے گندھک، شورہ، سیسہ، لوہا، اور اسی طرح کے دوسرے مواد پھیلا دیئے گئے ہیں تاکہ میں ان سب کو ملا کر جلا کر وہ چیزیں تیار کروں جن سے انسان کے جوڑ بند کھل جاتے ہیں۔ ترکیب اعضاء کی تباہ ہوجاتی ہے۔ اُن کی آبادیاں خاک میں مل جاتی ہیں۔

میرے سامنے مادہ کا یہ انبار کیوں لگایا گیا ہے۔ جبکہ میری یعنی میری روح کی درستی کے لیے ایک تنکا بھی نہیں پیدا کیا گیا اگر میری روح اور میری حقیقت کی پرورش کیلئے کچھ نہیں تھا، تو پھر میرے ڈھانچہ کیلئے بھی کچھ نہ ہوتا، تاکہ روحانی ضعف سے مجبور ہو کر اگر میں کچھ کرنا چاہتا تو بجائے بندوق چلانے کے صرف دانت نکال کر دوڑتا، سینگوں کی جگہ، صرف اپنے ناخن سے دوسروں کو نوچتا میرے جنوں کا اثر محدود ہوتا، میری دیوانگی عالم گیر نہ ہوتی۔

اور بالفرض اگر کبھی میں اپنی مذبوحی حرکتوں سے تھک کر گر بھی پڑتا ہوں، تو اس وقت بھی ان مادوں سے مجھے کسی قسم کی تسلی نہیں ہوتی، میں اپنے پیٹ میں ان ہی مادوں کو مختلف الوان واشکال کی صورت میں ٹھونستا ہوں اور چینی کی رکابیوں سے اٹھا اُٹھا کر ٹھونستا ہوں، مگر پھر جب غور کرتا ہوں تو گو کیسہ شکم بھر جاتا ہے لیکن مجھ میں پھر بھی وہی خلاء باقی رہتا ہے میری اندرونی بے چینی میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوتی۔

ہم اپنی اس چرمی کالبد کو روئی کے ریشوں اور اون کے بالوں، ریشم کے تاگوں سے منڈھتے رہتے ہیں بلکہ کبھی کبھی اس میں نمونے کے تار، اور موتیوں کے ہار کو شریک کر لیتے ہیں، لیکن جب اپنے اوپر نظر ڈالتے ہیں، تو اپنی حقیقی بے سروسامانی میں کسی قسم کی تخفیف نہیں پاتے۔

انسان کا جسم مادہ کی غذا تلاش کرتا ہے لیکن خود انسان اس غذا سے اپنے اندر اطمینان کی خنکی نہیں پاتا۔ اور جو دیوانہ پاتا ہے وہ شاید اطمینان کی برودت وسکینت سے ہی نا آشنا ہے شاید اس نے اطمینانی سرور کے ساتھ اس کرۂ ارضی پر کبھی سانس نہیں لی۔

ہاں میں نے کائنات کے اس عریض وطویل سلسلے کو دیکھا، اور بغور دیکھا اس میں وہ تمام چیزیں موجود ہیں جنکی مجھے اس وقت تک ضرورت ہے، جب تک کہ اس زمین پر چل پھر رہا ہوں۔

تو کیا جب میں یہاں سے چلا جاؤں گا، اور یقیناً چلا جاؤں گا تو قدرت نے میرے لئے وہاں کوئی سامان

نہیں کیا، اگر وہاں نہیں کیا ہے تو پھر یہاں اتنی خاطر مدارات کی کیا ضرورت تھی، میں خوب جانتا ہوں کہ جب اس زمین سے میں اُٹھالیا جاؤں گا، تو پھر میں پنجاب کے گیہوں کو نہیں دیکھ سکتا۔

گنگا مجھے اپنا پانی نہیں پلاسکتی، برار کی روئی وہاں نہیں جاتی، مانچسٹر کے تھان اور نیویارک کے قندیلوں کی مانگ وہاں نہیں ہے۔

تو کیا میں وہاں ننگا کردیا جاؤں گا بھوک سے مروں گا، پیاس سے تڑپوں گا اندھیرے میں بھٹکوں گا۔

آہ! اگر ایسا ہے تو کیا اس زمین پر میں صرف اس لئے آیا تھا کہ میرا مذاق اُڑایا جائے، کیا میں واقعی کسی کا مسخرا ہوں، یہ چیزیں یہاں مجھے محض بطور دل لگی کے دی گئی تھیں، تا کہ میں جب ان سے خوش ہو جاؤں تو مجھے پاگل و دیوانہ بنانے کے لئے ان سب کو ایک ایک کر کے مجھ سے چھین لیا جائے اور میں ان کی تلاش وجستجو میں اِدھر اُدھر مارا پھروں، اور مذاق کرنے والا میری اس بے ہنگم جستجو کو دیکھ کر دل ہی دل میں خوش ہو۔

☆ ☆ ☆

نہیں تو کیا ایسا ہے کہ اس زمین کی زندگی (یعنی خود میں) ہمیشہ کے لئے معدوم کردیا جاؤں گا، میرا اس کے بعد کچھ پتہ نہ ہوگا، نہ یہاں ہوگا، اور نہ کہیں اور ہوگا، اگر ایسا ہے تو پھر فیاض قدرت جس کی جودوکرم کا یہ کچھ چرچا ہے کیا اس نے مجھے اپنا شکار بنایا، وہ فیاض نہیں، بلکہ دانہ دے کر چھری پھیرنے والا صیاد ہے کیا میرے گلپھڑے میں مادیات کا آٹا اس لئے اتارا گیا ہے تاکہ جب میں اس میں الجھ جاؤں تو زور سے جھٹکا دیا جائے، کھینچا جائے، اور پھر اس کے بعد میری ہستی ہمیشہ کیلئے برباد کردی جائے تو کیا میں قدرت کی غذا ہوں، یا اس شغل سے اس کا جی بہلتا ہے کہ مجھے دانے دے کر مارے، کاٹے تباہ وبرباد کردے۔

اللہ اللہ اس مسافر نواز شخص کو میں کیا کہوں جس نے راہ میں میرے لئے پانی کے مٹکے رکھے کھانے کیلئے میوہ دار درخت لگائے، درختوں کی شاخوں پر دسترخوانوں میں لپیٹ کر ہر طرح کی غذا بھی رکھ دی، میرے لئے تھوڑی تھوڑی دور پر اس نے دھوپ اور بارش سے بچنے کے لیے فرش وفروش لحاف و بستر سے آراستہ مکان بھی بنادیئے۔ یہ سب کچھ کیا، لیکن جب میں اپنی منزل پر پہنچا تو اس نے میری گردن بلاوجہ اڑادی، میرا سامان بھی چھین لیا۔ حالانکہ اس کو نہ میری ضرورت تھی نہ میرے گوشت واستخوان کی، اور نہ میرے کپڑے لینے کی یقیناً اگر میری زندگی اسی خاک داں تک ختم ہو جاتی ہے تو قدرت کے متعلق بیساختہ ہر شخص کی زبان سے وہی الفاظ نکل پڑیں گے، جو اس مسافر نواز کیلئے تجویز کئے جاسکتے ہیں، کیا اس کے بعد کائنات اور اس کا مرتب نظام ایک فعل عبث، امر باطل، شغل لایعنی سے زیادہ کوئی رتبہ حاصل کرسکتا ہے۔

☆ ☆ ☆

لیکن الحمدللہ کہ بجز دیوانوں کے جن کا اثر صرف ابلہوں تک محدود ہے عالم نے اس خیال کو جھٹلایا، اور ہمیشہ اکثریت نے اس کو جنوں اور ہذیان قرار دیا، بنی آدمؑ کے برگزیدہ نفوس بے لوث اور گرامی ہستیوں نے جب کبھی نظام تکوینی کے اس مرتب و متسق سلسلے کو دیکھا تو اُن کی مقدس روحوں سے غیبی آوازوں میں یہ صدا آئی۔

ان فی خلق السموات و الارض و اختلاف اللیل و النھار لآیات لاولی الالباب (الی ان قال) ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحانک (باری عزاسمہ)

بلاشبہ آسمان و زمین کی پیدائش اور رات دن کے الٹ پھیر میں کثرت سے نشانیاں ہیں، ان لوگوں کیلئے جنکے اندر مغز عقل ہے، (وہ اُن کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ اے پروردگار تو نے ان چیزوں کو بیکار پیدا نہیں فرمایا: کہ تیری ذات لغویت) سے پاک ہے۔

ہاں! یہ قطعاً غلط ہے کہ جس نے میرے گوشت کے لوتھڑوں اور ہڈیوں کی پرورش، نشو ونما کیلئے، یہ کچھ سامان کیا ہے، اس نے میرے لئے میری ذات کے لیے کچھ نہیں کیا، ہو نہیں سکتا کہ جس نے محض میرے جوتے کی گرد پونچھنے کے لئے طرح طرح کی چیزیں مہیا فرمائی ہوں، اس نے خود میرے لئے کچھ نہیں کیا ہے۔

بلاشبہ ہم کو یہ واثق یقین کرنا چاہئے کہ اس فیاض ہستی نے اس چیز کو بھی ضرور پیدا کیا ہے جن کی طرف میرا جوتا اور میری چھڑی نہیں بلکہ خود میں محتاج ہوں، میری ذات محتاج ہے میری حقیقت محتاج ہے۔

جن کا سراغ مواد کے ذخیروں میں نہیں ملتا، لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جو اس ذخیرے میں نہیں ہے، وہ واقع میں بھی نہیں ہے تو کیا قدرت اس قدر عاجز و لاچار ہے کہ اس کی ساری ایجادی زور آزمائیوں کا دائرہ اسی کثیف مادے تک محدود ہے کیا وہ اس سے زیادہ لطیف زیادہ نفیس زیادہ پاکیزہ چیز نہیں پیدا کرسکتی، جس کو ہمارے جسم سے نہیں، بلکہ ہماری لطیف ذات سے مناسبت ہو اس مادی ذخیرے میں جتنی چیزیں ہیں، ان کا ڈانڈا، فقط میرے مادۂ جسدی سے مل سکتا ہے لیکن جس چیز کی ضرورت میرے گوہر پاک کو ہے اگر وہ ان تاریک و ظلماتی ڈھیروں میں نہیں ملتی، تو کوئی حرج نہیں، کہ وہ اس میں مِل بھی نہیں سکتی۔ مگر پھر بھی اگر وہ مادی کائنات کے دائرہ میں نہیں، تو روحانی کائنات کے دائرہ میں ضرور ہے کیونکہ ہم بھی اسی کائنات میں ہیں اس لئے کہ اس کو بھی اسی کائنات میں ہونا چاہئے۔

☆ ☆ ☆

نازک احساس والوں نے آخر اسے ڈھونڈا، اور اسی کائنات کے احاطہ میں پالیا، حتیٰ کہ آخر میں یہ ان ہی کا اعلان ہے کہ یہ امر مقدس قدرت کی فیاضیوں کا وہ پاک سلسلہ ہے جس کو ہم کبھی وحی کبھی نبوّت کبھی رسالت کے لفظوں سے تعبیر کرتے ہیں۔

کمزور بھیجوں کے انسان کہتے ہیں کہ ان ضرورتوں کے لئے ہم قدرت کی طرف سے بے نیاز ہیں، ان

حاجتوں کو خود ہمارا دماغ پورا کرسکتا ہے اور کرتا ہے لیکن جو انسان اپنی ایک معمولی پھنسی کے لئے قدرت کی طرف ہاتھ پھیلانے کیلئے مجبور ہے، وہ کس طرح مدعی ہوسکتا ہے کہ اس کے جسم میں نہیں، بلکہ خود اس کے اندر جو گھاؤ ہیں، اُن کو وہ بغیر تائید قدرت کے اچھا کرلے گا۔ اگر اس پر بھی وہ مصر ہے تو اس دیوانے کو چھوڑ دو تا کہ اس کا زخم زخم بوزینہ بن کر رہے، وہی اسی کے اندر تڑپے، پھڑکے، مر بھی نہیں سکتا کہ یہ پھوڑا اسکے جسم میں نہیں بلکہ اسکی جوہر ذات میں ہے انسان اپنے جسم کو چھوڑ سکتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے۔ پھر اپنے آپ کو اپنے سے کس طرح علیحدہ کرسکے گا۔

لیکن ایک عقلمند یہ کبھی نہیں کرسکتا، وہ جب اپنی مونچھ کے بالوں کو تراشنے کیلئے بھی لوہے کی کان میں جھانکنے کیلئے اپنے کو مجبور پاتا ہے تو پھر اس کی سمجھ میں یہ کس طرح آسکتا ہے کہ اپنی ذات کی غیر فطری صفحات کی قطع و برید کے لئے قدرتی چیزوں سے بے نیاز ہے، وہ جس سے اپنی جسدی ضروریات کو مانگتا اور اس سے مانگنے میں نہیں شرماتا۔ اسی سے اپنی ذاتی حاجات کو بھی طلب کریگا۔ اور طلب کرتا ہے اور پاتا ہے، کامیاب رہتا ہے اور کامیاب جاتا ہے اور ہمیشہ کامیاب رہے گا۔ اولئک هم المفلحون. یہی لوگ کامیاب ہیں۔

اس کی نگین ہستی پر ہمیشہ کے لئے منقوش کردیا جاتا ہے۔

بہر حال بات کہاں سے کہاں پہونچی، میں کہنا یہ چاہتا تھا کہ جس طرح ہیکل جسمانی کے لئے مواد کا ایک اجمالی ذخیرہ ہمارے سامنے موجود ہے جس کو ہم مادی'' کائنات کہتے ہیں اور روزمرہ اپنی جسمانی ضرورتوں کو اسی سے نکال نکال کر پوری کررہے ہیں، ٹھیک'' ''اسی طرح سلسلۂ موجودات میں ایک ایسی چیز بھی ہے جو ظاہراً اُسی طرح مجمل ہے جس طرح مثلاً ''زمین'' کا مادہ لیکن جب سوچنے والوں اور دینے والوں نے اس کی تحلیل و تفصیل کی تو انسانوں کے لئے ان منافع کا ایک دریا بہہ پڑا جن کا تعلق انسان کے جوہر ذات اور اصل حقیقت سے ہے اور اسی سلسلہ کو ہم ''روحانی کائنات'' کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

اسی مقدس سلسلۂ فیوض نے آغاز آفرینش بنی آدم سے ہمیں بتایا کہ مواد کے استعمال کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ ہم ان کو بجائے خون ریزی، شرانگیزی، جنگ و قتال کے، اپنی سلامتی اور امن و آسائش کا ذریعہ کس طرح بنا سکتے ہیں۔

سچی مدنیت، پاکیزہ تمدن مسرّت افزا حضارت، کیونکر پیدا ہوسکتی ہے اجتماع افراد کو مفاسد، خباثت، شرارت، اور بے چینی کے زہروں سے کس طرح مصفا کیا جاسکتا ہے۔

☆ ☆ ☆

پھر اسی قدوس فیض قدرت نے ہمیں سمجھایا کہ جب ہم اس زمین کو چھوڑیں گے تو پھر ہم کہاں جائیں گے اور وہاں پُرامن زندگی سلامتی اور راحت کے ساتھ کیوں کر مل سکتی ہے۔

اسی نے یہ بھی بتایا ہے کہ اس کائنات کی اصلی غرض کیا ہے مواد کا اتنا طویل و عریض جال کس لئے بچھایا گیا

ہے اور انسان اس پر کس لئے قابض ہے کائنات اگر اس کے لئے ہے تو وہ خود کس کے لئے ہیں ہم نے قدرت کی اس رحمت عامہ کو پہچانا، اس کو جانچا، دیکھا سمجھا، اور اسی کے بعد، وہ تمام نجس باتیں برباد ہوگئیں جو قدرت کی تنگ نظری یا عبث کاری کے متعلق ناپاک کھوپڑیوں میں پیدا ہوتی تھیں۔

اس کی رحمت عام، اس کا فیض محیط، اس کی خبر گیری ہمہ گیر نظر آئی، اس نے میرے جوتے کی بھی خبر لی ہے، اس نے میرے بال سنوارنے کا بھی سامان کیا، اس نے میرے ناخن تراشنے کے لئے بھی چیزیں دیں، اور اسی کے ساتھ اس نے خود میری اصل ذات کے لئے جو کچھ بھی چاہئے تھا، سب کچھ دیا، اور سیر چشمی کے ساتھ دیا اہتمام کے ساتھ دیا۔ وان تعدوا نعمة الله لاتحصوها ۰ (حق سبحانہٗ تعالیٰ)

اگر تم خدا کی نعمتوں کو گننا چاہو گے تو گن نہیں سکتے۔

اور یہی پیغام ان والا صفات، گرامی سمات، بے غرض مقدسین کا ہے جن کو ہم ''انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات'' کے مطہر عنوان سے یاد کرتے ہیں، صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کائنات کے اس سلسلہ کا ظہور کبھی نوح علیہ السلام، کبھی ابراہیم علیہ السلام، کبھی موسیٰ علیہ السلام، یا اسی قسم کے دیگر برگزیدہ ارواح کے ذریعہ سے ہوا، اور پھر اخیر میں وہ ایک نہایت مضبوط اور مستحکم اصولوں کے ساتھ بنی آدم کے فرد اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ واصحابہ کے قلب قدس سے بیابانِ فاراں میں قرآن کے فطرت آراء بصیرت افروز شکل میں چہرہ پرداز ہوا، جیسا کہ خود ''اسی نور مبین'' کی روشنی میں ہم پڑھتے ہیں:

شرع لکم من الدین ما وصی به نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا به ابراهیم وموسی وعیسی ۰ الآیة (حق سبحانہٗ وتعالیٰ)

تم لوگوں کے لئے وہ راہ خدا نے مقرر کی جس کی وصیت نوح کو کی گئی اور جس کو (اے پیغمبر) ہم نے تم پر اتارا، اور جس کی وصیت ہم نے ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ کو کی۔

روحانی منافع کا یہ ذخیرہ اصل حقیقت کے اعتبار سے ہمیشہ ایک رہا ہے لیکن زمانہ کی تغیرات وتبدلات کے اعتبار سے اس میں بعض جزئی محاسن واوصاف کا اضافہ ہوتا رہا، یہانتک کہ ایک وقت وہ آیا، اس معدن میں جن جن چیزوں کا پیدا ہونا ضروری تھا سب پیدا ہوگئیں، اور ہر حیثیت سے بنی آدم کے اعالی وادانی کیلئے کافی ووافی کامل واکمل ہوکر ایک اکمل ترین روح کے ذریعہ سے نسل آدم کو سونپ دیا گیا، اور الحمد للہ کہ وہ اپنے تمام محاسن وجمال کے ساتھ اس وقت موجود ہے۔

لیکن میں کہہ آیا ہوں کہ قدرت نے ہم کو جو کچھ بھی دیا ہے، محض مجمل دیا ہے اصل شئ وہیں سے آئی ہے خواہ روحانی ہو یا مادی، باقی انکی تشریح وتفصیل یہ انسانی کوششوں کے ساتھ وابستہ ہے۔

میں نے کہا تھا کہ باوجود اس بات کے کہ اسی زمین میں ہماری تمام ضرورتیں پوشیدہ اور مستور ہیں لیکن ان ضرورتوں سے ہم اس وقت تک مستفید نہیں ہو سکتے، جب تک کہ اس کے اندر غور نہ کریں اپنی ادراکی اور تفتیشی قوتوں کو اس کے اندر غرق نہ کریں۔

بجنسہ قرآن کا بھی یہی حال ہے کہ ظاہراً وہ بالکل ایک مختصر سی کتاب اور نہایت ہی مجمل سی چیز نظر آتی ہے لیکن روحیں اسی میں ڈوبتی ہیں، گھستی ہیں حتیٰ کہ جب نکلتی ہیں تو کوئی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہو جاتا ہے کوئی امام اعظم ابوحنیفہ بنتا ہے، کسی کو غوث اعظم کا رتبہ ملتا ہے کسی کو حجۃ الاسلام غزالی اور مولائ مثنوی کے القاب سے نوازا جاتا ہے۔

اور میں تم کو کیا بتاؤں کہ کیا دیکھتا ہے، اور دیکھ کر کیا بنتا ہے، وہ اس کے اندر جا کر کیا سمجھتا ہے اور پھر اس سے کیا نکالتا ہے جو اس میں نہیں پڑا وہ حقیقت یہ ہے کہ اس کے متعلق بہت کم اندازہ کر سکتا ہے۔

کم از کم اسی مثال سے سمجھو کہ ظاہراً اس پانی میں تمہیں کیا بجلی نظر آتی ہے لیکن جس نے غوطہ لگایا اسی نے اس میں اس کو پایا، بہرحال میں نہایت تفصیل سے بتاتا آیا ہوں کہ مجمل مادہ میں ظاہراً کچھ نہیں لیکن سوچنے والے وہ سب کچھ اسی سے نکال لیتے ہیں جن کا تعلق مادہ انسانی سے ہے۔

پس اسی طرح گو تم کو قرآن کے چند گنے گنائے اوراق میں شاید کوئی زیادہ اہمیت خیز شئ نظر نہ آئے، اگرچہ یوں بھی وہ کس کو بغیر تڑپائے چھوڑتا ہے؟ تاہم قرآن چونکہ قدرتی چیزوں سے ہے، اسلئے وہ کوشش اور سعی کو دعوت دیتا ہے ہر شخص اپنی کوشش کی مقدار سے اس سے حصہ پائیگا جس طرح مادہ کے اسرار میں بھی جو جتنی کاوش کرتا ہے پاتا ہے۔

قرآن کی اس قدرتی اجمال کی طرف، جو ہر ایک قدرتی شئ میں نمایاں طور پر نہیں ہے، خود مہبط وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لفظوں میں اشارہ فرمایا:

لاتشبع منه العلماء و لایخلق علی کثرة الرد و لاتنقضی عجائبه ۰ (رواہ الترمذی)

اہل علم (دانش) اس سے (قرآن سے) کبھی سیر نہیں ہو سکتے وہ کثرت سے بار بار دہرانے کے بعد بھی کبھی پرانا نہیں ہو سکتا اس کے عجائبات بھی ختم نہیں ہو سکتے۔

دیکھو! ٹھیک جس طرح دنیا اس زمین کی پیداواروں سے کبھی سیر نہیں ہو سکتی مادہ کے ایک راز کے اکتشاف کے بعد طبعاً متجسس طبائع دوسرے اسرار میں مشغول ہو جاتے ہیں اور کسی طرح اس سے نہیں گھبراتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے متعلق بھی یہی ارشاد فرماتے ہیں کہ اس سے علم کے متلاشی کبھی سیر نہیں ہو سکتے کہ اس کے ہر ناموس (راز) کے بعد دوسرا ناموس اپنی طرف بلاتا ہے۔

تم دیکھ رہے ہو کہ خدا جانے کتنے زمانہ سے انسان اس مٹی کو کرید کرید کر منافع حاصل کر رہا ہے ہر سال اسی

زمین کو جوتتا ہے اس میں دانے ڈالتا ہے فصل کاٹتا ہے لیکن پھر چند ہی مہینوں کے بعد، اس کے ہل، بیل اسی زمین پر موجود نظر آتے ہیں، غرض یہ ہے کہ باوجود اس الٹ پھیر کے، یہ زمین کسی طرح پرانی نہیں ہوتی ٹھیک یہی قرآن کے متعلق ارشادِ نبوی ہے کہ یہ جتنی دفعہ دہرایا جائے گا پرانا نہیں ہوگا، اور ہمیشہ نئی فصل اس سے ہاتھ لگتی رہے گی، اسی لئے آپ نے ایک دوسرے موقعہ پر ارشاد فرمایا:

نعم الحال المرتحل .

کیا اچھا ہے کہ وہ شخص جو اترنے کے بعد پھر سوار ہو جاتا ہے (یعنی) قرآن ختم کرنے کے بعد پھر شروع کر دیتا ہے۔

پھر دیکھو! مادہ کے عجائبات مادی ضرورتوں کیلئے کبھی ختم نہیں ہو سکتے نت نئی چیزیں روزانہ ابل رہی ہیں۔

پس وہ چیز جو روح ہے اس کی عجائبات بھی روحانی منافع کے باب میں کبھی ختم نہیں ہو سکتے جیسا کہ ابھی ارشادِ نبوی میں گذر چکا کہ ''اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔''

اور یہی نہیں اس قدرتی مادے کے حالات وکوائف، خصائص واوصاف پر ہم جہاں تک غور کرتے ہیں۔ اسی سے اُس قدرتی روح کی بھی شرح ہوتی چلی جاتی ہے۔ تم دیکھتے ہو، کہ کبھی کبھی اس مادی کائنات کے بعض اجزا میں سخت بے ربطی نظر آتی ہے مثلاً ایک مدت تک یہ دیکھا جاتا تھا کہ سمندر میں جزر و مد چاند کی زوال وکمال کے ساتھ پیدا ہوتا ہے لیکن اسرار مادی کی تلاش کرنے والوں پر بالکل نہیں کھلتا تھا، کہ آخر ان دونوں میں کیا ربط ہے، حتیٰ کہ سوچنے اور غور کرنے کے بعد آخر یہ راز فاش ہو گیا۔ اور عام طور سے مشہور ہے۔

اسی طرح، بارش، آفتاب، مون سون، سمندر، ان چیزوں میں مدتوں بے ربطی نظر آتی رہی، لیکن اب سمجھا جاتا ہے کہ ان سے زیادہ مضبوط ربط اور کسی چیز میں بھی نہیں۔

اور اسی پر کیا موقوف ہے، بعض مسخروں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اللہ میاں نے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ستاروں کو مٹھی میں بھر کر فضائے آسمانی میں چھڑک دیا، کہ ان میں کوئی نظام نہیں ہے، لیکن علم النجوم کے ماہرین سے جا کر پوچھو! کہ وہ کیا کہتے ہیں، کیا اس سے زیادہ مرتب نظام وہ کہیں اور پاتے ہیں؟

ٹھیک اسی طرح ہم کبھی کبھی ''روحانی کائنات'' (قرآن) کے بعض اجزاء میں سخت بے ربطی محسوس کرتے ہیں، اور چونکہ اس کو مصنوعی کلام پر قیاس کیا جاتا ہے اس لئے بسا اوقات کوئی ربط پیدا نہیں ہوتا، لیکن احبارِ اسلام جو قرآن کو انسانی کلام پر نہیں بلکہ اسی جیسے دوسری کائنات پر قیاس کرتے ہیں تو ان کے سامنے تمام اسرار اسی ربط کے دریافت کرنے میں مستور نظر آتے ہیں۔ حتیٰ کہ جس طرح آج کائنات مادی کی بنیاد وحدت پر قائم کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ گو بادی النظر میں یہ تمام چیزیں جدا جدا نظر آتی ہیں لیکن واقع میں یہ سب ایک ہی زنجیر میں جکڑی ہوتی ہیں۔

یہ دعویٰ علماء قرآن کا بھی ہے۔

مادہ کا متلاشی کہتا ہے کہ ہمارا سارا فلسفہ یہی ہے کہ مادی موجودات کی باہمی ربط کو دریافت کرلیں۔

اسی طرح روح کا متجسس کہتا ہے کہ ہمارا سارا علم یہی ہے کہ روحانی موجودات (یعنی آیات قرآنی) کے باہمی ربط کا پتہ چلالیں۔

بہرحال ان کا دعویٰ یہی ہے کہ قرآن کوئی انسانی تالیف اور بشری صناعت نہیں ہے، بلکہ وہ ایک قدرتی حقیقت ہے، پس اسے ہمیشہ اسی نقطہ نظر سے دیکھنا چاہئے، جس سے اور قدرتی چیزیں دیکھی جاتی ہیں۔ اس کو اسی طرح پڑھنا چاہئے جس طرح ہم اس مادی صحیفہ فطرت کو پڑھتے ہیں۔

اس کی ہر آیت کو ایک مستقل وجود اسی طرح قرار دینا چاہئے، جس طرح اس مادی کائنات کے ہر موجود کو قرار دیا گیا ہے، اور جس طرح مادی کائنات کے خاص خاص موجود کے لئے خاص خاص، علم بنائے گئے۔ مثلاً درخت کیلئے ایک خاص علم ہے۔ پانی کا ایک خاص فن ہے۔ الی غیر ذلك .

اسی طرح قرآن کی ہر آیت بھی یہی چاہتی ہے کہ اس کے ماننے والے اس کی ہر آیت کے لئے ایک مستقل فن بنائیں۔

اور اسی طرح ہم اس ''روحانی کائنات'' کے فوائد سے اسی طرح متمتع ہوسکتے ہیں، جس طرح ''مادی کائنات'' کے منافع سے فائدہ اٹھار ہے ہیں۔

وہ ایک مستقل عالم ہے اور اسی لئے قرآن کے لئے ان تمام لوازم، کی جستجو کرنی چاہئے جن کی تلاش ہم مادی عالم میں کرتے ہیں۔

حتی کہ اس بنیاد پر بلا کسی خوف وتردید کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح اس مادی عالم کے بعض اجزاء سے ہمارے جسد استخوانی کو کبھی کبھی نقصان پہنچ جاتا ہے۔ ٹھیک یہی حال ''روحانی کائنات'' کی ہستیوں کا ہے، ایسا ہوتا ہے اور بسا اوقات ہوتا ہے کہ کبھی کبھی اسی کے بعض اجزاء سے بجائے کسی نفع کے حقیقت انسانیہ وروح کو ضرر اور ضرر عظیم پہنچ جاتا ہے اسی کی طرف خود قرآن نے بھی اشارہ کیا ہے:

یضل به کثیرا و یهدی به کثیرا (رب حکیم)

اسی قرآن سے بہت سی (روحوں) کو خدا گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو سیدھی راہ پر لے چلتا ہے۔

لیکن العیاذ باللہ، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ان اجزاء اور آیتوں کو خداوند رحمٰن نے ضرر پہنچانے کیلئے اتارا ہے کیوں کہ اس کا امکان ''روحانی کائنات'' میں تو خیر اس ''مادی کائنات'' میں بھی نہیں۔

بلکہ اصل یہ ہے کہ اِس عالم میں ہو، یا اُس عالم میں، اصل ذات کے اعتبار سے، نہ کوئی چیز بیکار ہے اور نہ

مضر، لیکن اسی کے ساتھ ہر چیز کے استعمال کا ایک قانون اور خاص طریقہ ہے مثلاً فرض کرو کہ اس عالم میں اُپلے بھی ہیں، گیہوں بھی ہے کون کہہ سکتا ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی بیکار یا مضر ہے لیکن فرض کرو کہ کسی نے اپلے کو رکابی میں چور کر کھانا شروع کیا۔ اور گیہوں کو ایندھن میں جھونک دیا۔ تو یہ قصور نہ اُپلے کا ہوگا نہ گیہوں کا بلکہ یہ طریقہ استعمال کی ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔

اور یہ تو ایک مثال ہے میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جن لوگوں کو ہر چیز کے استعمال کا طریقہ معلوم ہے ان کے نزدیک اس عالم کی کوئی چیز نہ بیکار ہے اور نہ مضر، وہ سب ہی کو مفید سمجھتے ہیں اور حسب استطاعت ہر ایک سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

پس قرآنی ''کائنات'' (آیات) سے اگر بجائے ہدایت کے کسی میں ضلالت کے جراثیم پیدا ہوں تو اس میں کیا شبہ ہے کہ یہ اس آیت کا قصور نہیں ہے بلکہ اس احمق کی جہالت اور علمی سرکشی کا نتیجہ ہے۔ خود منزل قرآن جل شانہ نے اسکی تصریح ان لفظوں میں فرمائی: وما یضل بہ الا الفاسقین اور قرآن سے خدا نہیں گمراہ کرتا، مگر محض فاسقوں کو۔

جو ان روحانی کائنات کے طریقہ استعمال اور قانون تناسب سے واقف نہیں ہے اور وہ ان فطرتی حدود کی جو ہر ایک آیت کے استعمال کے لئے مقرر ہے، پرواہ نہیں کرتا اسی کو فاسق کہتے ہیں۔ اس لئے اگر ان نادانوں کو قرآن سے کوئی نقصان پہنچا، تو یہ اُن کے ہی نقص کا خمیازہ ہے۔ ولا یحیق المکر السیء الا باھلہ .

اور یہی نہیں، بلکہ تم دیکھتے ہو کہ کبھی کبھی ہمارا ہیکل جسمانی کچھ اس طرح مریض ہو جاتا ہے کہ مادی عالم کا ہر جزء اور اس کی ہر ایک چیز جسم کے لئے مضر ہو جاتی ہے حتیٰ کہ دنیا کی مفید سے مفید چیزیں ایسے وقت میں انسانی جسد کے لئے زہر قاتل کا کام انجام دیتی ہے۔

ٹھیک یہی حال اس ''عالم روح'' کا بھی ہے کہ کبھی نہ صرف اس کی بعض آیتیں بلکہ مسلم قرآن ان لوگوں کے حق میں سم قاتل ہو جاتا ہے، جنھوں نے اپنی روحانی صحت برباد کر لی ہے اس مسئلے کو خود قرآن نے واضح کیا ہے۔

واذا ما انزلت سورۃ فمنھم من یقول ایکم زادتہ ھذہ ایمانا فاما الذین آمنوا فزادتھم ایمانا وھم یستبشرون و اما الذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجسا الی رجسھم وماتوا وھم کافرون. (رب رحیم عزیز)

اور جب کوئی سورۃ اتاری جاتی ہے تو ان میں کچھ ایسے ہیں، جو کہتے ہیں کہ تم میں سے کس کس کے اندر اس سورۃ نے ایمانی قوت کا اضافہ کیا۔ پس ایمان والوں کا تو یہ حال ہے کہ ان کے ایمان میں اس سے بالیدگی پیدا ہوتی ہے اور اپنی اس (روحانی مسرت) پر ایک دوسرے کو خوشی کا پیغام سناتے ہیں، مگر وہ لوگ جن کے دل میں بیماری ہے تو پھر یہی سورۃ ان کی نجاست پر نجاست کا اضافہ کرتی ہے وہ مرجاتے

ہیں اور کافر مر جاتے ہیں۔

بہر حال آیت قرآنی سے اگر کسی کی نجاست پر نجاست کا اضافہ ہوتا ہو، تو اس میں قصور اس شخص کا ہے جس نے حدود اللہ کی حفاظت نہ کی، اور ہر طرح کے خیالات کو بغیر کسی آئین وقانون کے اپنے اندر اتارتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ ان ہی بے اعتدالیوں نے آخر اس کی صحت برباد کر دی، اور جس کی صحت خراب ہو جاتی ہے کیا شبہ ہے کہ اس کے حق میں اعلیٰ سے اعلیٰ مفید سے مفید چیزیں بھی بد سے بدتر ہو جاتی ہیں۔

اور اسی لئے دونوں عالم کے موجودات سے فائدہ اٹھانے کیلئے اس کی سخت ضرورت ہے کہ انسان کے اندر صحیح اور سچی قوت ممیّزہ ہو، اور پھر ہر موجود کے طریقہ استعمال سے بھی واقف ہو، ممکن ہے کہ بعضوں میں یہ قوت تمیزی فطری طور پر موجود ہو، لیکن اکثر افراد انسانی اس کیلئے اکتساب وتعلیم کی طرف محتاج ہیں خواہ وہ کسی مدرسہ میں ہو، یا جاننے والوں کی محض صحبت میں خصوصاً ''روحانی کائنات'' کی چیزیں چونکہ بہت زیادہ لطیف اور بہت زیادہ دقیق ونازک ہیں۔ اس لئے اس کے حدود منازل طرق استعمال، کے علم کیلئے، روحانی بصیرت اور دلی تنویر کی ضرورت ہے، جو بغیر کسب وریاضت کے مشکل ہی سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

اسرار وحقائق کا یہی پاک سلسلہ ہے جو درجہ بدرجہ ترقی کرتا ہوا۔ اخیر میں اسلام کے اس طائفہ منصورہ کے یہاں علیٰ وجہ الکمال بے نقاب ہو جاتا ہے جن کو ہم لوگ صوفیہ کرام اور اولیاء اللہ کہتے ہیں۔ اور خاص اصطلاح میں ان کا سچا نام صدیقین ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوا عنہ کثر اللہ وجودھم فی الاسلام والمسلمین فانھم دعائم الدین وارکانہ۔

حواشی

۱۔ اس آیت میں نباتات کی تینوں قسم کی طرف اشارہ کیا گیا۔ بیل کھیتیاں درخت پھر ادھر اشارہ کیا گیا' کہ ایک ہی زمین میں ایک ہی پانی میں پرورش پانے کے بعد وہ کون سی قوت ہے جو ان میں مختلف ذائقہ پیدا کر دیتی ہے کسی میں ترشی' کسی میں شیرینی' کسی میں روغن' کسی میں تلخی وغیرہ۔

۲۔ اور تمہارے فائدہ کے لئے ہم نے وہ تمام چیزیں پیدا کی ہیں جو زمین میں ہیں۔

۳۔ وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا کی آیت میں خدا نے قرآن کو روح فرمایا۔۱۲